قسط نمبر ۱

ابن تیمیہ کی تجدیدی خدمات

ایک مطالعہ

احسان فہد فلاحی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (۶۶۱ھ ـ ۷۲۸ھ)
مجددین و مصلحین امت کی فہرست میں اس لحاظ سے ممتاز و منفرد ہیں کہ آپ نے ایک طرف عقیدہ و فکر کی تطہیر و اصلاح کرکے علمی و فکری انقلاب برپا کیا تو دوسری طرف تاتاریوں کے مقابلے میں تلوار بھی اٹھائی اور سیاست و مذہب اور قرطاس و حدید کے امتزاج کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ کا نمایاں کارنامہ دراصل عقیدۂ توحید کی تجدید اور مشرکانہ افکار و عقائد کی تردید ہے۔

یہود و نصاریٰ اور عجمی اقوام میں اختلاط کی وجہ سے امت مسلمہ میں مشرکانہ عقائد و رسوم کا رواج ہو چلا تھا۔ بہت سے مسلمان اپنے دینی

پیشواؤں، مشائخِ طریقت اور اولیاء و صالحین کے بارے میں غالیانہ اور مشرکانہ خیالات رکھتے تھے اہل قبور سے صاف صاف استعانت اور استغاثہ کا معاملہ ہونے لگا تھا۔ ان سے فریاد رسی، سوال و دعا کا رواج عام ہو گیا تھا۔ ان کی قبور پر بڑی بڑی مسجدیں بنانے اور قبور کو سجدہ گاہ بنانے اور ان پر سال بسال میلہ لگانے اور دور دور سے سفر کر کے وہاں آنے کا عام دستور تھا۔ ساتویں صدی ہجری میں غلو اور عقیدہ اور عمل کا فساد جس حد تک پہنچ گیا تھا اس کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ بہت سے لوگوں نے کو بالکل خدا کا درجہ اور اس زندہ پیر کو جو اس کی قبر کا مجاور ہے اس کا جانشین ہے پیغمبر کا مرتبہ دے رکھا ہے۔ وہ مردے سے اپنی کاربرآری اور مشکل کشائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے زندہ پیر یا بزرگ کو یہ مرتبہ دے رکھا ہے کہ جس چیز کو وہ حلال کردیں وہی حلال اور جس چیز کو وہ حرام کہہ دیں وہی حرام ہے۔ انہوں نے درحقیقت اپنے حساب سے اللہ تعالیٰ کو خدائی کے منصب سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے منصب سے سبکدوش کر دیا ہے (۱)۔ خدا سے بے خوفی اور صاحب مزار سے خوف و خشیت کا یہ عالم ہے کہ وہ بے تکلف کبائر اور منہیات کا ارتکاب کرتے ہیں: لیکن صاحب مزار کا گنبد یا کلس دیکھ لیتے ہیں تو رک جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ گنبد کا کلس نظر آرہا ہے۔ ان کو اس کلس کے نیچے دفن ہونے والے انسان کا تو خیال ہے لیکن اس خدا کا ذرا بھی لحاظ نہیں رہتا جو زمین آسمان کا خالق و مالک ہے۔ یہ قبر پرست توحید اور خدا

کی عبادت کا مذاق اڑاتے تھے۔ اور جن کو خدا چھوڑ کر اپنا مالک اور کارساز بنا رکھا ہے۔ ان کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ ان کی بے باکی کا یہ عالم ہے کہ خدا کی جھوٹی قسمیں کھا لیتے تھے لیکن اپنے شیخ کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے تھے۔ انہوں نے مقابر کو بیت اللہ پر ترجیح دے رکھی تھی۔ بیت اللہ کا حج کرنے کے بجائے مشاہد و مزارات کا حج کر لیا کرتے تھے۔ علامہ ابن تیمیہ نے ان مشرکانہ افعال و رسوم کے خلاف جہاد بالقلم بلند کیا۔ ابن عبد الوہاب نجدی نے ان ... تمام غیر اسلامی رسوم و بدعات سے بالکل بے نیاز ہو کر مروجہ اعمال و رسوم اور مشرکانہ عقائد و خیالات کی تردید کی اور ان عقائد و تخیلات کو جو اس مشرکانہ طرز عمل کی بنیاد تھے۔ امام ابن تیمیہ نے اپنی تحریروں میں صاف صاف لکھا کہ دعا غیر اللہ سے بالکل جائز نہیں شرک صریح ہے۔ یہ غیر مسلم کی مخالطت سے مسلم اقوام کے درمیان منتقل ہوا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ میت سے اپنی ضرورت کا سوال یا اس سے استغاثہ جیسا کہ بہت جگہ رواج ہے شریعت محمدی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا یہ بھی درحقیقت بت پرستی کی ایک قسم ہے۔ اسی لئے ان دعا کرنے والوں کے سامنے کبھی کبھی شیاطین صاحب مزار کی صورت میں یا کسی غائب کی شکل میں آتے ہیں جیسا کہ بت پرستوں کو پیش آتا ہے حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ بت پرستی کی ابتدا یہیں سے ہوئی (۲) ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں کہ کسی غائب سے سوال خواہ وہ پیغمبر ہو یا غیر پیغمبر ان اعمال میں سے ہے جن کی حرمت پر تمام ائمۂ مسلمین متفق ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول

نے تو اس کا حکم دیا اور نہ ہی صحابہ و تابعین میں سے کسی نے ایسا کیا بلکہ
نہ ہی مسلمین میں سے کسی نے اس کو پسند کیا ہے۔ جو دین اس وقت ہمارے
سامنے ہے محفوظ چلا آ رہا ہے اس سے بداہتہً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ
قرونِ اولیٰ میں بالکل اس کا رواج نہیں تھا کہ اگر کوئی شخص کسی مشکل میں
یا مصیبت میں گرفتار ہوتا یا اس کو کوئی ضرورت پیش آتی تو وہ کسی گزشتہ
بزرگ یا پیغمبر کا نام لیکر کہتا "یا سیدی فلاں انا فی حسبک"
حضور والا میں آپ کے ذمے ہوں! میں نے آپ کا دامن پکڑا ہے یا
فلاں بزرگ میری ضرورت پوری کر دیجئے جیسے کہ اس زمانہ کے
بعض مشرکین اپنے ایسے بزرگوں کا نام لیکر کہتے تھے۔ جو یا تو انتقال
کر چکے ہیں یا وہاں موجود نہیں ہوتے۔ نہ کہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی صحابی
نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ کی یا اور پیغمبر کی قبر شریف کے پاس
یا قبر شریف سے فاصلہ پر دُہائی دی ہو، صحابۂ کرامؓ کے مشرکین و
کفار کے ساتھ بڑے بڑے معرکے ہوئے اور بارہا وہ اُن کے مقابلے میں
صف آرا ہو گئے بڑے گھمسان کا رَن پڑا اور بعض اوقات بڑی پریشانی
پیش آئی۔ اسکے باوجود ان میں کسی نے نہ کسی نبی کی دُہائی دی اور نہ غیر نبی
کی اور نہ خدا کو کسی مخلوق کی قسم دی۔ نہ یہ حضرات انبیاء اور غیر انبیاء
کی قبروں پر دُعاء کرنے کیلئے جاتے نہ نماز پڑھنے کیلئے، امام مالکؒ
اور بعض علماء نے تو اس کو بھی ناپسند کیا ہے کہ کوئی شخص قبر انورؐ
کے پاس کھڑے ہو کر بھی اپنے لیے دُعا کرے اور انھوں نے تصریح
کی ہے کہ یہ ان بدعات میں سے ہے جن کا عہد سلف میں
سراغ نہیں ملتا (۳) اپنے مشہور رسالہ التوسل والو...

بھی لکھتے ہیں "ملائکہ اور انبیاء سے دعا کرنا. ان سے مانگنا. ان کی دہائی دینا اور ان سے یا ان کے مجسموں سے سفارش چاہنا ایک نیا دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا اور نہ کسی نبی کو اس کے ساتھ مبعوث فرمایا اور نہ کوئی آسمانی کتاب اس کی تائید میں نازل فرمائی (۴) امام ابن تیمیہ ان مشاہد اور زیارت گاہوں کے بھی مخالف ہیں جن کو عوام نے اپنا قبلہ و کعبہ بنالیا تھا اور جو عالم اسلام میں شرک و بدعت، فسق و فجور اور انواع و اقسام کے منکرات کا مرکز بنی ہوئی تھی. الرد علی البکری میں لکھتے ہیں کہ "یہ مسجدیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں جن کو مشاہد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ ایک بدعت ہے جو لوگوں نے اسلام میں پیدا کی ہے ان کی طرف سفر کر کے جانا بھی ایک رواج ہے جس کی کوئی شرعی بنیاد نہیں. اسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں جن کی خیر و فضیلت کی آنحضورؐ نے شہادت دی ہے ان کا وجود نہ تھا بلکہ آپؐ نے اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے. بخاری کی حدیث ہے لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسَاجِدَ. اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبور کو مساجد بنالیا. حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا تو قبر کو کھلے میدان میں کر دیا جاتا لیکن آپؐ کو یہ ناپسند تھا کہ اس کو مسجد بنا لیا جائے اسی طرح یہ بھی صحیح حدیث ہے کہ آپؐ نے وفات سے پہلے فرمایا. اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ. جو لوگ تم سے پیشتر تھے وہ قبور کو مساجد بنا لیا کرتے تھے دیکھو

یاد رکھنا قبروں کو مسجد نہ بنانا میں تم کو اس سے روکتا ہوں (۱۵) امام ابن تیمیہ نے زمانہ میں نیابت انبیاء کا فرض انجام دیا۔ اور فاستبق ع فیما تو منو و آخر حیٰ عن التشریکیٰ پر عمل کیا جس کا نتیجہ نکلا کہ ان عقائد و رسوم میں عام تزلزل پیدا ہو گیا اسلام کا عقیدۂ توحید جو انبیاء کا سب سے بڑا مقصد اور اُن کی دعوت کا نقطۂ مرکزی ہے ایک بار پھر نکھر کر اور منقح ہو کر سامنے آگیا۔ امام ابن تیمیہؒ کے کارناموں میں اگر یہی کارنامہ ہوتا تو ان کے مقام تجدید اور دعوت و عزیمت کے ثبوت کے لئے کافی تھا۔

علامہ ابن تیمیہ کا دوسرا علمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے میں فلسفہ و منطق اور علمِ کلام کی مفصل تنقید کا فرض انجام دیا اور ان کے مقابلے میں مدلل طریقے پر کتاب و سنت کے طرز و اسلوب کی برتری ثابت کی۔ امام ابن تیمیہ نے جب آنکھ کھولی اس وقت ارسطو کی کتابوں کا دور دورہ تھا اسکی کتابوں نے عالمِ اسلامی کے علمی و درسی حلقوں میں قبول عام حاصل کر لیا تھا ارسطو کی کتابیں تنقید و تحقیق سے بالاتر سمجھی جا رہی تھیں خود ارسطو کی ذات تقدس و عظمت کے مقام پر فائز تھی ابن رشد اور بو علی سینا جیسے فلسفی بھی اسکے تقدس کے قائل تھے ایک سوانح نگار اسکی خصوصیت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

ارسطو کی عظمت و تقدیس کے سلسلے میں ابن رشد اتنا آگے ہے جسکی کوئی انتہا نہیں یہاں تک کہ وہ اسکو خدا بنانے کی حد تک پہونچ گیا اور عقل و فضل کے اندر انسانی کمال کے درجات سے بھی بہت

اور نیچے فلسفے کے اوصاف بیان کیے ہیں اگر ابن رشد تعدد الوہیت کا قائل ہوتا تو وہ ارسطو کو رب الارباب بنا لیتا۔ (۶) ایسے دور میں ارسطو کی کتابیں پڑھ یا اس کے خیالات پر علماء اسلام کو لب کشائی کی جرات تک تھی وہ زیادہ سے زیادہ اس کی حرمت کے فتوے صادر کر سکتے تھے۔ عالم اسلام کے علم و فکر پر اس کا رعب چھایا ہوا تھا ایسی صورت حال میں امام ابن تیمیہؒ نے فلسفہ و منطق کا بے لاگ محاسبہ اور جائزہ لیا اور اس کی علمی کمزوریوں کا پردہ فاش کیا اور اس سطح سے حریفانہ گفتگو اور علمی مناظرہ کیا فلسفۂ یونان سے آپ نے الٰہیات کے مسئلے پر زبردست علمی اختلاف کیا ہے۔ ایک جگہ فلسفۂ یونان کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فلاسفۂ یونان کا خیال تھا کہ علوم الٰہیہ میں یقین تک پہونچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ان مسائل میں جو کچھ کیا جائیگا اسکی حیثیت زیادہ سے زیادہ ہوگی کہ بس یہ بھی کہی ہوئی بات ہے یا زیادہ مناسب بات ہے (۷)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فلاسفہ کے پاس الٰہیات میں ظن و تخمین کے سوا کچھ بھی نہیں اور قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے ظن و تخمین کبھی حق کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ علامہ ابن تیمیہ فلاسفۂ یونان کی نامرادی و تہی دستی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی معرفت کا تعلق ہے اس کے بارے میں فلاسفہ سب سے محروم و نامراد نظر آتے ہیں۔ رہے ملائکہ، اللہ کی کتاب اور اسکے رسول تو اسکا انکو قطعاً علم نہیں ہے۔ اور اسکے بارے میں ان سے نفیاً یا اثباتاً کوئی چیز مسموع نہیں ہے اس بارے میں درحقیقت متأخرین فلاسفہ کا کلام

کی ہے جن کا مسئلہ مذہب و ادیان سے تعلق رہا ہے

علامہ ابن تیمیہؒ نے صرف فلاسفۂ یونان اور انکے مقلدین فلاسفۂ اسلام پر ہی تنقید نہیں کی ہے بلکہ ان متکلمین کو بھی ہدف نقد بنایا ہے جنہوں نے اگرچہ اسلام کی طرف سے مدافعت کرنے کی کوشش کی لیکن دینی و غیبی حقائق کو ثابت کرنے کے لئے فلسفہ ہی کے طرز استدلال و مقدمات اور اسکی ناقص اصطلاحات کو اختیار کیا جو اپنا خاص مفہوم رکھتے تھے اور جن کے ساتھ خاص روایات اور تاثرات وابستہ تھے۔ آپؒ لکھتے ہیں" متکلمین نہ تو فطرت کے راستے پر ٹھیک ٹھیک چلے اور نہ شریعتِ نبویؐ کے راستے پر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو سلامت فطری رہی اور نہ شریعت کی استقامت، عقلیات میں وہ سفسطہ کی حد تک پہونچ گئے اور سمعیات میں منتہائی باریک بینی اور بیجا تعمق کی سرحد تک پہونچ گئے (۹)

علامہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک فلاسفہ اور متکلمین نے ایک ہی طرح کی غلطی کی ' ان دونوں گروہوں کی کمزوری یہ ہے کہ انہوں نے قیاس سے اس چیز کو حاصل کرنا چاہا جو قیاس سے حاصل نہیں ہو سکتی! ورفطرت و نبوت دونوں سے کشمکش اور زور آزمائی کی۔ اسی لئے ان دونوں کی تحقیقات میں غلطیاں زیادہ اور نفع کم ہے (۱۰)

ان تمام کے مقابلے میں آپ نے اپنی کتابوں میں بڑے شد و مد سے اس بات کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے کہ مقاصد شریعت، حقائق غیبیہ اور حقائق دینیہ کے اثبات کے لئے سب سے بہتر اور طاقتور اور دلنشین اسلوب اور طرز استدلال قرآن مجید کا ہے

ہیں آج علمائے فلسفہ نے مطالب الہٰیہ پر جو دلائل عقلی قائم کیے ہیں ان کے مقابلے میں قرآن مجید کے دلائل کہیں زیادہ مکمل اور بلیغ و موثر ہیں۔ پھر اس کے ساتھ وہ بڑے بڑے مغالطوں سے بھی پاک صاف ہیں جو ان فلاسفہ و متکلمین کے دلائل میں پائے جاتے ہیں وہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو عقلی اور برہانی قیاسات اور ربوبیت، الوہیت، وحدانیت، خدا کے علم و قدرت امکان و معاد وغیرہ جیسے مطالب عالیہ اور معارف الہیہ کے جو دلائل مذکور ہیں وہ اشرف ترین علوم و معارف ہیں جن سے نفوس انسانی کی تکمیل ہوتی ہے۔ (۱۱)

امام ابن تیمیہ نے منطق پر تبصرہ اور اعتراض کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بہت سے تعریفات اور اصول و مسلمات پیش کیے۔ قیاس کے مقابلے میں جو ارسطو کی منطق کی اساس ہے استقراء کی ترجیح ثابت کی اور اسکو حصول علم و یقین کا زیادہ سہل اور محفوظ طریقہ بتلایا۔ اسی کے ساتھ آپ نے منطق و فلسفہ میں کئی جدید نظریات پیش کیے اور فن میں اضافے کیے امام ابن تیمیہ کی محنتوں کا ثمرہ نکلا کہ یونانیوں کی منطق کی بساط الٹ گئی قیاس کے بجائے استقراء پر منطق کی بنیاد رکھی گئی۔ مابعد الطبیعات اور الٰہیات کے بجائے جن کا عملی اور علمی زندگی میں کچھ حاصل نہ تھا طبیعیات پر زور دیا گیا اور اس فکری انقلاب نے نہ صرف یورپ کی دنیا کو بلکہ پورے عالم انسانی کو متاثر کیا اور نئے تفکر و اجتہاد کا دروازہ کھلتا چلا گیا۔

آپ کا ایک اور اہم کارنامہ غیر اسلامی ملل و فرق کی تردید اور انکے عقائد و رسوم و اثرات کا مقابلہ ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے تمام ہی غیر اسلامی مذاہب و عقائد کی تردید کی اور انکی عمر کا

ایک طویل حصہ اس علمی جہاد کی نذر ہو گیا لیکن آپ کے زمانے میں مذاہب باطلہ شباب پر تھے ان میں عیسائیت اور شیعیت خاص ہے ان دونوں مذاہب کے اثرات در سوخ مسلمانوں کے دلوں جاگزیں ہو رہے تھے اس وجہ سے آپ نے سب سے پہلے انہیں مذاہب کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ عیسائیت نے سب سے تبا جمرات و مستعدی کے ساتھ اسلامی ملکوں میں ترقی کی کیونکہ مسیحیت کسی نہ کسی حد تک اسلامی ممالک میں موجود تھی جب مسلمانوں کے ہاتھ سے شا اور فلسطین نکل گیا تو مسیحیت نے زور پکڑ لیا اور قرآن و حدیث پر تیز بے جا اعتراضات شروع ہو گئے ایک عیسائی عالم نے اسی دوران ایک کتاب لکھی جس میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ رسول اللہ کی بعثت عمو نہیں آپ صرف عربوں کے لئے مبعوث کیے گئے ہیں اور مسیحی آپ پر ایما لانے کے مکلف نہیں ہیں۔ اس کتاب کا جواب دینے کے لئے شیخ الا امام ابن تیمیہ نے قلم اٹھایا اور الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح کے نام سے چار جلدوں میں ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب صرف آپ نے مدافعت اور صفائی پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر بھی حملہ کیا۔ نبوت محمدی کو ثابت کرنے کے لئے ہو قدیم دلائل نہیں پیش کیے بلکہ ایسے نئے دلائل پیش کیے جو زیادہ دلنشیں اور ایمان آفریں ہیں اور ایک منصف مزاج اور معقو پسند انسان کو تسلیم و اعتراف پر مجبور کرتے ہیں۔ آپ نے اس کتاب مسیحیت کی تاریخ مسیحی علم کلام اور مسیحی علماء کی موشگافیوں تاویلات کا اتنا مواد فراہم کیا کہ مسیحیت کی دیواریں کھوکھلی ہو کر

لیکن اس کے بعد آپؒ نے آنحضرتؐ کی بعثت کی بشارتوں اور آپؐ کے دلائلِ نبوت کا بہت ذخیرہ جمع کر دیا جو ہر منصف اور معقول پسند آدمی کے اطمینان کے لئے کافی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں" کہ عیسائیوں نے دو دینوں کو ملا کر ایک دین بنا لیا۔ ایک انبیاء متقدمین کا ایک مشرکین کا دین۔ ان کے دین میں جو ایک حصہ انبیاء کی تعلیمات کا ہے اور ایک حصہ ان کے افعال و اقوال کا ہے جو انہوں نے مشرکین کے دین سے لیکر شامل کیا ہے (۱۳)

آپ نے عیسائیوں کے اس عقیدے کا بھی جواب دیا کہ آپؐ کی بعثت صرف عرب والوں کے لئے خاص ہے یا آپؐ کی نبوت کا اقرار کیے بغیر بھی نجات ممکن ہے۔ آپؒ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کان النبی یبعث الی قومه خاصة و بعثت الی الناس عامة (پہلے پیغمبر اپنی قوم کی طرف مخصوص بھیجے جاتے تھے اور میں تمام لوگوں کے لئے مبعوث ہوا ہوں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنِّی رَسُولُ اللَّهِ إِلَیْكُمْ جَمِیعًا الَّذِی لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (اے لوگو میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جس کی آسمانوں اور زمین پر سلطنت ہے) نیز ارشاد ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِیرًا وَنَذِیرًا (ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام ہی انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر)

قرآن مجید کی جن آیتوں میں اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ، مشرکین، بت پرست اور تمام انسانوں اور جنات کو دعوت دی گئی ہے ان کا بڑی مشکل اور تکلف ہی سے شمار ہو سکتا ہے یہ ایک بدیہی اور یقینی مسئلہ اور اسلامی عقیدہ ہے

کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے خود عربوں کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے مبعوث ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ آپ کی دعوت و تبلیغ کے واقعات، آپ کے سفراء اور داعیانِ اسلام کے حالات، نیز یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے جہاد کے تذکرے ہیں اور یہ آپ کی سیرت ہمارے سامنے ہے۔ یہ کتب مقدس جو تواتر سے آپ سے ہم تک پہونچی ہے اس میں جابجا اہلِ کتاب کو آپ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے (۱۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ "ان دلائل سے کئی گنا دلائل ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ آپ نے خود اس بات کی اطلاع دی کہ آپ نصاریٰ اور دوسرے اہلِ کتاب کی طرف رسول بناکر بھیجے گئے اور یہ کہ آپ نے ان کو دعوت دی، ان سے جہاد کیا اور ان کو دعوت دینے اور ان سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور یہ کوئی ایسا فعل نہیں جو آپ کی امت نے آپ کے بعد اپنی طرف سے کیا ہو اور اسکی سند نہ ہو جیسے کہ عیسائیوں نے اپنے نبی کے بعد بہت سے نئے کام کئے۔ اس لئے کہ مسلمان کسی کے لئے بھی اسکو جائز قرار نہیں دیتے کہ وہ آپ کے بعد آپ کی شریعت میں تغیر کرے اور کسی حرام فعل کو حلال اور کسی حلال کو حرام بنالے، ان کے نزدیک امت میں کسی کو کسی غیر واجب اور کسی واجب کو ساقط کرنے کا اختیار نہیں، ان کے نزدیک حلال وہی ہے جسکو اللہ اور اس کے رسول نے حلال کیا اور حرام وہی ہے جسکو اللہ اور رسول نے حرام کیا اور دین وہی ہے جس کو اللہ اور رسول نے مشروع کیا۔ (۱۲)

اس طرح سے آپ نے مسیحیت کے خلاف دلائل کے انبار لگا دیے اور ان کے تمام دلیلوں کو رد کر دیا اور ثابت کر دیا کہ اسلام ہی برحق دین ہے

صرف قیامت تک کے لئے ہے اور اسی کو اختیار کر کے نجات ممکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ صرف عرب ہی کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے رسول اور نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کے زمانے میں شیعیت نے بھی سر اٹھایا تھا۔ ہر طرف شیعیت کا طوطی بول رہا تھا۔ اسی زمانے میں ایک شیعی عالم ابن المطہر الحلی نے ایک مشہور کتاب اثبات شیعیت و امامت و ردِّ سنّیت اور خلافت میں منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ نام کی ایک کتاب لکھی۔ شیعوں کو اس کتاب پر بڑا ناز تھا اسکو وہ ناقابلِ تردید اور لاجواب تصنیف سمجھتے تھے اس کتاب کا اکثر حصہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور اہل بیت کی امامت و عصمت کے ثبوت اور خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کی تردید اور اُنکے اور اصحاب کرامؓ کے مطاعن پر مشتمل تھی۔ سیدنا علیؓ اور ائمہ اثنا عشر کے فضائل اور انکی امامت و عصمت کو آیات و نصوص قرآنی اور احادیث و روایات سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور اسی طرح سے خلفائے ثلاثہ و اصحاب کرام کے مطاعن کو آیات و احادیث اور تاریخ و سیر سے زبردستی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کتاب کے جواب میں منہاج السنہ نام کی ایک کتاب لکھی اور انہوں نے خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کے مطاعن کے سد باب میں امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ منہاج السنۃ میں رقمطراز ہیں

کہ رافضی محمد بن ابی بکر کی تعظیم میں بڑے غلو سے کام لیتے ہیں اور ان کی قدیم عادت ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش میں حصہ لیا تھا ان کی مدح کرتے ہیں اسی طرح جنہوں نے حضرت علیؓ کی معیت میں جنگ کی تھی ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں یہاں تک کہ محمد بن ابی بکر کو ان کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ پر فضیلت دیتے ہیں طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جو شخص پوری امت میں نبی کے بعد سب سے افضل ہے اس پر تو لعنت کرتے ہیں اور جسکو نہ تو رسول کی صحبت حاصل ہے نہ سبقت نہ فضیلت اسکی مدح کرتے ہیں۔ اور انساب کی تعظیم میں ان سے عجیب قسم کا تضاد و تناقض ظاہر ہوتا ہے۔ (۱۶)

مزید فرماتے ہیں کہ دلوں کی سب سے بڑی ناپاکی اور مرض یہ ہے کہ انسان کے دل میں ان لوگوں کی طرف سے کھوٹ ہو جو اخیار مومنین اور انبیاء کرام کے بعد اولیاء اللہ کے سرگروہ اور سرتاج تھے اسی لئے مال غنیمت میں انہیں لوگوں کا حصہ رکھا گیا ہے جو مہاجرین اور انصار اور سابقین و اولین کی طرف سے دل میں کھوٹ نہ رکھتے ہوں اور ان کے لئے دعاء و استغفار کرتے ہیں۔ (۱۷)

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ (۱۸)

ترجمہ (اور ان کے لئے بھی جو مہاجرین کے بعد آئے) دعا مانگا کرتے ہیں کہ "ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخشدے جو ہم سے پہلے ایمان لائے"

ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان داروں کی طرف سے کینہ قائم نہ ہونے پائے اے ہمارے رب بے شک تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

آپؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اخیار امت ہیں امت محمدی میں سے کوئی ایسا گروہ نہیں ہے جو ان سے زیادہ ہدایت یافتہ اور دین حق پر مجتمع اور تفرق واختلاف سے دور ہو۔ ان کی زندگی میں کوئی نقص کی بات نظر نہیں آتی غلطی اس شخص کی ہے جسکو سفید کپڑے کی تھوڑی سی سیاہی تو نظر آجاتی ہے اور سیاہ کپڑے کی تھوڑی سی سفیدی نظر نہیں آتی یہ بڑی نادانی اور بڑا ظلم ہے۔[19]

امام ابن تیمیہؒ کا خیال بالکل درست اور صحیح ہے کہ مسلمانوں کے پاس علم دین کا جو کچھ سرمایہ ہے خیر و برکت کا جو کچھ ذخیرہ ہے شعائر اسلام کی بلندی اسلام کی اشاعت اور جو کچھ اس دنیا میں صلاح و خیر نظر آرہی ہے وہ صحابہ کرامؓ کی برکت سے ہیں اور صحابہ کرام کی جاں فشانیوں، اخلاص، علو ہمت، ایثار اور قربانیوں کا نتیجہ ہے اور رافضیوں حضرات کو بھی جو کچھ خیر و برکت حاصل ہے وہ صحابہ کرامؓ کی برکت سے ہے

اور صحابہ کرامؓ کی خیر خلفائے راشدین کی خیر سے وابستہ ہے اس لئے کہ وہ دین و دنیا اور ہر خیر کے ذمہ دار اور سرچشمہ تھے مزید فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت آنحضرتؐ کی نبوت کی دلیل ہے اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؐ نبی برحق تھے۔ آپ کا مزاج بہت تھا ... سیاست نہ تھا آپ کو دنیا کے سلاطین سے کوئی نسبت نہیں کہ وہ اپنے خاندانی آدمی کو اپنا جانشین بنا دیتے۔ انہیں باتوں کو عدا ...

بن تیمیہ نے ان الفاظ میں اپنی کتاب میں جگہ دی ہے "یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت محمد رسول اللہ کی نبوت و رسالت کا کمال تھے اور جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپؐ رسول حق تھے کوئی دنیاوی بادشاہ نہیں تھے اس لئے کہ بادشاہوں کی عادت تو یہ ہے کہ وہ اپنے عزیزوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنی حکومت کو سپرد کر تے ہیں اور اس سے وہ اپنے نزدیک اپنی سلطنت کی حفاظت کرتے ہیں۔ (۲۰)

اس طرح سے علامہ ابن تیمیہ نے شیعیت کی بنیاد بھی کھو کھلی کر کے رکھدی تھی اور اُن کے پھُسپھُسے دلائل پر دلائل کے انبار لگادیئے۔ اور اس بات کو ثابت کر دیا کہ صرف اہل سنّت ہی توسط اور اعتدال کی راہ پر ہیں، افراط و تفریط سے محفوظ ہیں، انکے نزدیک اہل بیت کی محبت اور صحابۂ کرام کی تعظیم میں کوئی تضاد نہیں۔ انہوں نے ان دونوں نعمتوں کو جمع کر کے دکھادیا اور یہی صحیح اسلام ہے

امام ابن تیمیہؒ کا چوتھا اور اہم تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے فکر اسلامی کا احیاء کیا اور اس کی بنیاد وحی اور نبوت محمدیؐ کی قرار دی اور اس بات کو ثابت کر دیا کہ اسکے عقائد و حقائق، قیاس، تجربے، عقل و تخمین اور انسانی ذہانت اور بحث و جدال پر مبنی نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور رسول اللہؐ کی تبلیغ پر مبنی ہیں حضور اکرمؐ نے خدا کی ذات و صفات، عالم ابتدا اور انتہا اور دنیا کے آغاز و انجام، معاد اور اعمال کے خواص و نتائج اور دوسرے مابعد الطبیعاتی مسائل کے متعلق جو کچھ ہمیں بتادیا وہی عقائد اور وہی حقائق ہیں۔ آپؒ کے زمانے میں فلاسفہ اور متکلمین نے عقل کا گہوارہ بلند کر رکھا تھا اور عقل ہی کو اللہ کی ذات

صفات میں حکم قرار دیدیا تھا اور انہوں نے اس بات کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی تھی کہ عقل ہی تمام مسائل میں اسی طرح فیصلہ کرنیکی مجاز ہے جیسے محسوسات میں ہمارے حواس خمسہ اور عملیات میں تجربہ واستقراء ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ تھا کہ عقل شریعت کے ثبوت کے لئے خواہ شرعی مسائل ہوں یا فقہی مسائل، بنیاد بن گئی تھی اور عوام کالانعام کے ذہن میں یہ بات ثبت ہو چکی تھی۔ امام ابن تیمیہؒ نے اس صورت حال کے خلاف بلند آہنگی سے صدائے احتجاج بلند کی اور پوری جرأت وجوانمردی کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ عقائد وحقائق کا اصل ماخذ وحی، نبوت اور کتاب وسنت ہے عقل ان کی مؤید اور مصدق تو ہے لیکن ان کے ثبوت کی بنیاد نہیں۔ وہ ایک جگہ صاف صاف لکھتے ہیں "عقل فی نفسہ شریعت کے ثبوت کے لئے اصل کی ماخذ نہیں رکھتی اور نہ کوئی اسکو صفت بخشتی ہے جو اس کو پہلے سے حاصل نہ تھی اور نہ اسکو انسان کی صفت عطا کرتی ہے۔ (۲۱)

آپ کے نزدیک عقل صرف معرّف اور رہنما ہے اس کا کام ہے کہ رسول کی صداقت وعصمت کو اقرار واعتراف تک پہونچا دے پھر سبکدوش ہو جائے۔ عقل یہ ثابت کردیتی ہے کہ رسول جو کچھ اطلاع دے اس کی تصدیق اور جو کچھ حکم دے اس کی اطاعت واجب ہے۔ امور غیبیہ اور احکام وشرائع اور مابعد الطبیعات میں رسول سند کی حیثیت رکھتے ہیں ان کا قول قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ آپ نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ رسول پر بلا شرط لانا ضروری ہے اور رسول کی صحیح حیثیت ومنصب یہی ہے

کہ اس پر غیر مشروط طریقہ پر ایمان لایا جائے درحقیقت اسی کا نام ایمان ہے۔ اس کے سلسلے میں علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ "انسان اس وقت مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ رسول پر ایسا قطعی ایمان نہ لے آئے جس کے ساتھ کسی معارض کے نہ ہونے کی بھی شرط نہ ہو جب وہ شخص یہ کہے گا کہ میں رسول کی اطاعت پر اس وقت تک کے لئے ایمان لاتا ہوں جب تک کوئی ایسا معارض ظاہر نہ ہو جو اسکی اطلاع کی تردید کر دے تو وہ شخص مؤمن نہیں ہوگا۔ یہ ایک بہت بڑا اصول ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔ (۲۲)

امام ابن تیمیہؒ نے اس بات کو بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحیح عقل اور صحیح نقل میں کبھی تضاد نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید میں جا بجا عقل سے کام لینے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کی گئی ہے لیکن شرط ہے کہ عقل سلیم ہو اور نقل صحیح اور محفوظ ہو۔ علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: "صحیح اور واضح عقلی دلائل جن میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ یقینی اور فطری علوم سب کے سب انبیاء کی اطلاعات کے موافق ہیں، مخالف نہیں، اور صحیح عقلی دلائل تمام تر نقلی روایات کے مطابق ہیں، ذرا بھی اسمیں اختلاف نہیں۔ الحمدللہ میں نے مختلف فرقوں کا کلام اور انکے مسائل پر غور کیا ہے اور اسی بات کو صحیح پایا ہے۔" (۲۳)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ منقولِ صریح کا کبھی معقولِ صریح معارض نہیں ہوتا میں نے اختلافی مسائل میں بھی اس اصول کی تحقیق کی اور میں نے یہی دیکھا کہ صحیح اور صریح نصوص کے خلاف جو کچھ بھی پیش کیا جاتا ہے وہ محض فاسد شبہات ہوتے ہیں جن کا بطلان عقل سے ثابت ہوتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے اصولی مسائل توحید و صفات، مسائل قدر و نبوات وغیرہ کو بھی اسی نظر سے دیکھا اور یہی پایا کہ جو صراحتاً عقل سے ثابت ہوتا ہے کبھی سمعیات اور منقولات ان کے مخالف نہیں ہوتے بلکہ وہ نقل روایات جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ صریح عقل کے خلاف ہے تحقیق سے یا تو موضوع روایت ثابت ہوتی ہے یا اسکی روایت ضعیف ہوتی ہے اس لئے وہ دلیل بنانے کے قابل نہیں ہوتی۔ ہم جانتے ہیں کہ پیغمبر ان چیزوں کی اطلاع نہیں دیتے جو عقلاً محالات میں سے ہیں بلکہ ان چیزوں کی اطلاع دیتے ہیں جس میں عقل حیران و سرگشتہ ہوتی ہے وہ اس چیز کی اطلاع نہیں دیتے جس کی عقل نفی کرتی ہے بلکہ اس چیز کی اطلاع دیتے ہیں جس کی حقیقت سمجھنے سے عقل قاصر رہتی ہے۔ (۲۴)

غرض کہ امام ابن تیمیہؒ نے اس بات پر پورا زور دیا کہ عقائد کا ماخذ وحی و نبوت ہو اور کتاب و سنت سے براہِ راست استفادہ کیا جائے۔ انہوں نے اس کے لئے دن کا آرام اور رات کی نیند تج دی۔ اس طرح انہوں نے فکر اسلامی کو طاقت و تازگی بخشی جو فلسفہ و علم کلام سے مجروح و مضمحل ہو گئی تھی۔

تعلیقات و حواشی

(۱) ابن تیمیہؒ، احمد تقی الدین، الرد علی البکری ص ۹۸-۱۰۲ ابن

تیمیہ اُن مجاوروں کو جو نذر و نیاز اور قبروں کے چڑھاوے کھاتے ہیں ان مشرکین و نصاریٰ کے علماء و زہاد کے مماثل قرار دیا ہے جن کا مذکورہ قرآن کی اس آیت میں موجود ہے :-
یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
ترجمہ یعنی اے ایمان لانے والو بہت سے علماء اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں ۔

(۲) ابن تیمیہ، الرد علی البکری، ص ۳۷۷ ۔

(۳) نفس مصدر، ص ۲۳۴ ۔

(۴) ابن تیمیہؒ، قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ، ص ۱۵ ۔

(۵) ابن تیمیہؒ، الرد علی البکری، ص ۲۳۴ ۔ مصنف نے اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۱ پر یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ جب مسلمانوں نے تستر فتح کیا تو وہاں حضرت دانیال کی قبر ان کو ملی اہلِ شہر وہاں بارش کی دُعا کرتے تھے اور پانی مانگتے تھے :

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی آپ نے لکھا کہ دن کو تیرہ ۱۳ قبریں کھودو اور رات میں ان کو ان میں سے کسی ایک میں دفن کردو تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں اور ان سے بارش کا سوال نہ کریں حقیقتاً یہی صحابۂ کرامؓ کا طریق تھا اسی لئے صحابہ و تابعین کے زمانے میں سرزمین اسلام میں ایک مسجد بھی ایسی نہیں پائی جاتی تھی جو کسی قبر پر تعمیر کی گئی ہو اور نہ کہیں کوئی مشہد تھا جس کی زیارت کی جائے، نہ حجاز میں نہ یمن میں نہ شام میں نہ مصر، عراق، خراسان میں

شرک وبدعت کے خلاف ابن تیمیہؒ کا یہ سخت ردِّ عمل تھا جس کی وجہ سے اہلِ قبور اور گمراہ کن فرقوں کی نظر میں وہ آج تک کھٹکتے ہیں۔

(۶) لطفی جمعہ، تاریخ فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب، ص ۱۵۵۔

(۷) ابن تیمیہ، نقض المنطق، ص ۱۷۸۔

(۸) تفسیر سورۃ الاخلاص، ص ۵۷۔

(۹) کتاب النبوات، ص ۱۴۸۔ مصنف نے امام رازیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے خود آخری عمر میں اعتراف کرلیا تھا کہ کلامی طریقوں اور فلسفیانہ مناہج سے نہ کسی بیمار کی شفا ہوتی ہے نہ کسی پیاسے کی پیاس بجھتی ہے۔

(۱۰) ابن تیمیہؒ، نقض المنطق، ص ۱۶۲۔

(۱۱) ابن تیمیہ، الرد علی المنطقیین، ص ۳۲۱۔ مصنف کا یہ استدلال کا غیبی حقائق اور مقاصدِ شریعت کے ثبات کے لئے سب سے بہتر اور طاقتور اسلوب قرآن کا ہے آج ان لوگوں کے خلاف بھی ایک مؤثر جواب ہے۔ جو اسلام کی ابدیت کو ثابت کرنے کے لئے قرآن سے منھ موڑ کر سائنس اور فلسفہ و سائنس کا سہارا لیتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس نہج سے ابن تیمیہ کا مطالعہ کیا جائے۔

(۱۲) نفس مصدر، ص ۱۵۰۔

(۱۳) ابن تیمیہ، الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح، حصہ سوم ص ۱۹۹۔

(۱۴) نفس مصدر، حصہ اول ۱۱۵۔ ۱۱۶۔

(۱۵) نفس مصدر ص ۱۱۸،۱۱۷۔
(۱۶) ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ، مصطفیٰ البابی حلبی مصر ۱۳۲۲ھ، جلد دوم، ص ۲۰۰، ۲۰۱۔
(۱۷) نفس مصدر۔
(۱۸) سورۃ الحشر: ۱۰۔
(۱۹) منہاج السنۃ، حصہ سوم ص ۲۴۲۔
(۲۰) نفس مصدر، حصہ چہارم، ص ۱۲۶۔
(۲۱) ابن تیمیہ، بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول، حصہ اول ص ۴۶۔
(۲۲) نفس مصدر، ص ۱۰۱۔
(۲۳) نفس مصدر ۴۳۔
(۲۴) نفس مصدر ص ۸۳۔

اس مضمون کی تیاری میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب تاریخ دعوت وعزیمت حصہ دوم سے بطور خاص استفادہ کیا گیا ہے۔

÷ ÷ ÷ ÷ ÷